پروفیسر داور خان داؤد *

فکر خوشحال خان خٹک، دین اسلام کی روشنی میں

پشتو کے عظیم کلاسیکی شاعر و ادیب اور ہر دلعزیز شخصیت خوشحال خان خٹک (۱۰۲۲ھ/۱۶۱۱ء) سلطنت مغلیہ کے عہد جہانگیری میں شہباز خان کے ہاں موضع اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ، صوبہ سرحد، میں پیدا ہوا۔ وہ ایک کثیر التصانیف مصنف تھا۔ اس کی شخصیت مجموعۂ اضداد ہے لیکن علاوہ دیگر متعدد حیثیتوں اور صلاحیتوں کے وہ دین اسلام کا والہ و شیدا اور مفسر و متبصر بھی تھا۔

خوشحال خان ایک مرد دانا و بینا تھا۔ صاحب سیف و قلم تھا۔ حکیم نکتہ دان اور مرد مؤمن تھا۔ اسے علوم متداولہ پر کامل عبور حاصل تھا۔ عالم فاضل شخص تھا، تاریخ دان تھا۔ اس نے اسلامی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ فراست و ذکاوت اتنی زیادہ تھی کہ اس کا کوئی مثیل نہ تھا اور ان سب باتوں پر مستزاد یہ کہ وہ راز دانِ حیات تھا اور فطرت انسانی کا گہرا مطالعہ رکھتا تھا۔

یہ حقیقت خوشحال خان کے کلام و پیغام اور تصانیف سے اظہر من الشمس ہے کہ وہ عربی اور فارسی کا عالم تھا اور علم دین و مذہب سے کماحقہ واقفیت رکھتا تھا۔ وہ اہل سنت والجماعت اور حنفی المذہب تھا۔ احادیث' فقہ' علم الکلام' منطق' فلسفہ' ادب الغرض علم کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کا اس نے اچھا خاصا مطالعہ نہ کیا ہو۔ وہ اسلامی تعلیمات کا شارح ہے اور ایسی کسی بات کا روادار نہیں جو شرعی احکام کے خلاف ہو۔ خوشحال ایک ہمہ گو اور ہمہ دان مفکر اور دانشور تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا اسے برملا اور بلا کم و کاست بیان کیا ہے۔ علامہ اقبال نے جاوید نامہ کے مندرجہ ذیل تین اشعار میں اس کی اس خاصیت وصفت کو نہایت ہی جامع اور واضح طور پر بیان کیا ہے۔

خوش سرود آں شاعر افغاں شناس   آنکہ بیند باز گوید بے ہراس
آن حکیم ملت افغانیان   آن طبیب علت افغانیان
راز قومے دید و بے باکانہ گفت   حرف حق بہ شوخی رندانہ گفت (۱)

خوشحال نے اپنے کلیات میں جو ہزاروں اشعار پر مشتمل ہے' علامہ اقبالؒ کی مانند اسلام کے مختلف

---

* موضع لنڈی ارباب، پشاور

پہلوؤں کی تشریح کی ہے۔ اس نے اور بھی متعدد کتب لکھی ہیں جن میں اسلامی نظریے کو حتی المقدور بے نقاب کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ مشہور مستشرق میجر راورٹی کی تحقیق کی رو سے اس نے تقریباً ڈھائی سو کتابیں لکھیں، لیکن جو کتب تا حال دستیاب ہوئی ہیں ان کی تعداد پندرہ کے لگ بھگ ہے۔ تاہم اس سلسلے میں تحقیق جاری ہے۔ اس کی دستیاب تصانیف میں تراجم بھی شامل ہیں جو دین اسلام سے والہانہ محبت وعقیدت کے زیر اثر کیے گئے ہیں۔ ان میں اخلاقنامہ، ہدایہ، آئینہ اور نام حق شامل ہیں۔ خوشحال خان ایک اعلیٰ پائے کا مترجم تھا۔ اس نے عربی اور فارسی کے بلند پایہ تصانیف کو پشتو کا جامہ پہنایا۔ ذیل میں ان کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

اس کا اخلاقنامہ حسین واعظ کاشفی کی مشہور ومعروف فارسی تصنیف اخلاق محسنی کا منظوم پشتو ترجمہ ہے۔ اخلاق محسنی میں جو کہ چالیس ابواب پر مشتمل ہے، متعدد اخلاقی وعرفانی مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں جنہیں حکایات کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کا انداز عالمانہ اور زبان مشکل ہے۔ تاہم جیسا کہ معلوم ہے اخلاق نامہ اور اخلاق محسنی دونوں میں چنداں فرق نہیں۔

ہدایہ فقہ اسلامی کی مشہور کتاب ہے جو کہ عربی سے پشتو میں ھدایہ ہی کے نام سے ترجمہ ہوئی۔ اسی طرح آئینہ بھی فقہ اسلامی ہی کی ایک کتاب ہے جو عربی سے پشتو میں آئینہ ہی کے نام سے ترجمہ ہوئی۔ نام حق خوشحال کا فارسی کی مشہور منظوم مذہبی کتاب پنج گنج کا پشتو ترجمہ ہے جو نہایت آسان اور دلنشین انداز میں کیا گیا ہے تا کہ قاری کو اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں کوئی دشواری نہ پیش آئے۔

فضل نامہ خوشحال خان کی بحر خفیف میں لکھی ہوئی مثنوی ہے جو مذہبی اور فقہی مسائل پر مشتمل ہے۔ اس میں شریعت کے جملہ مسائل واحکام واضح اور دلنشین انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ خوشحال خان اسلام کی جزئیات اور تفصیلات سے کتنا زیادہ واقف تھا۔ زیر بحث کتاب کے مقدمہ میں میر رحمٰن غازی اس کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:

> فضل نامہ میں اسلامی شریعت کے احکام اور اسرار و رموز زیر بحث لائے گئے ہیں۔ خوشحال خان دیگر اسلامی فلاسفروں کی مانند اسلامی تعلیمات کو تکمیل انسانیت کا واحد ذریعہ گردانتا ہے۔ چونکہ وہ خود ایک نظریاتی صوفی اور کامل انسان تھا، معرفت کے بلند وارفع مقام پر فائز تھا، جملہ درجات تصوف سے کماحقہ واقف تھا اور عقیدے کے رو سے سنی مسلمان تھا، لہٰذا اس کی جملہ تصانیف کا بنیادی تصور ومقصد مسلمانوں اور بطور خاص پشتونوں میں اسلامی طرز زندگی کو فروغ دینا اور اسلامی علم وحکمت اور فلسفے کی تشہیر کرنا تھا۔ (۲)

بقول پروفیسر ڈاکٹر عبدالستار لواغر کے مطابق: ''جو شخص خوشحال خان کے فضل نامہ کا بہ نظر غائر مطالعہ کرے گا

اسے فقہی مسائل کے سلسلے میں کسی عالم وفاضل سے رجوع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔''

خوشحال خان عالم اسلام میں قرون اولیٰ کے بعد وہ پہلا مفکر ہے جس نے پشتو زبان میں رو بہ زوال انسانیت کو اسلامی قواعد واصول کے مطابق ترقی اور سربلندی کا سرمدی پیغام سنایا اور یوں بنی نوع انسان پر ایک عظیم احسان کیا۔ فرماتے ہیں: (ترجمہ)

شریعت درخت کی جڑ ہے	جب کہ طریقت اس کی شاخ
حقیقت درخت کے پتے ہیں	جب کہ معرفت پھل اور پھول

میر عبدالصمد خان اپنی تصنیف میں خوشحال خان کی جامع الصفات اور جامع الکمالات شخصیت کو یوں بے نقاب کرتے اور خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

خوشحال خان خٹک مسلمانوں کے زوال پذیر خود مختار دور میں اور سرسید احمد خان اور علامہ اقبال برصغیر میں مسلمانوں کے عہد محکومی میں ہماری نشاۃ ثانیہ کے بے مثل رہنمار ہے ہیں۔ مغربی ممالک میں بھی ان کے مثیل شاید آسانی کیساتھ نہ مل سکیں لیکن ہم نے خوشحال خان خٹک کو بس ایک جنگجو اور حریت پسند انسان کی حیثیت سے تھوڑا بہت پہچانا' سرسید کو علیگڑھ میں کالج کا بانی یا زیادہ سے زیادہ مسلمانوں میں جدید مغربی علوم کا شوق پیدا کرنے والا سمجھا اور علامہ اقبال کو اسلام اور مسلمانوں سے بہت زیادہ محبت کرنے والا اور اسکے ساتھ برصغیر کے ایک خطے میں مسلمانوں کے جداگانہ حکومت کے تصور اور مشن کا علمبردار سمجھا۔ (۳)

خوشحال خان نے جو ہمارے ان دونوں فکری رہنماؤں کا پیشرو تھا، وہ سب کچھ بتایا تھا جو سرسید نے نثر میں اور علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے بتایا۔ گویا خوشحال خان خٹک فقط ایک جنگجو اور شاعر نہ تھا بلکہ اس نے زندگی کا بھرپور فلسفہ بھی پیش کیا۔

اسی طرح سے سید جمال الدین افغانی مسلمانوں کے صرف اتحاد و یگانگت کے علمبردار نہ تھے، بلکہ وہ ہمارے فکر و عمل میں بھی انقلاب لانا چاہتے تھے۔ اسی طرح دیگر متعدد اسلامی شخصیات اور مشاہیر کی بھی ہم نے فقط ظاہری زندگی تک رسائی حاصل کی ہے اور ان کی باطنی زندگی ہماری آنکھوں سے اوجھل رہی ہے۔

خوشحال خان ایک عالم وفاضل شخص ہونے کے ناتے علم کی تعریف وتوصیف ایسے دلکش، دلنشین اور پرکشش انداز میں کرتا ہے کہ قاری اسے پڑھ کر کبھی بھی علم سے بے اعتنا نہیں رہ سکتا، مثلاً

ترجمہ: جملہ علوم عبادت ہیں	اس کا ادا کرنا باعث سعادت ہے

خوشحال خان کی رومانی اور ملی شاعری کی مانند اس کی اخلاقی شاعری بھی بڑی جامع ہے۔ اخلاقیات کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو اس نے نظر انداز کیا ہو۔ عمل، جدوجہد، ننگ و ناموس، وفاداری و شجاعت اور آزادی وغیرہ

کو اس کی اخلاقی شاعری اور اخلاقی ادب میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ غرضیکہ اس نے ہر اخلاقی خوبی اور برائی پر روشنی ڈالی ہے۔

مابعد الطبیعیات کا بھی انسان کی عملی زندگی سے گہرا تعلق ہے جس میں خیر و شر اور جبر و قدر کے مسائل شامل ہیں۔ دین اسلام میں بیشک تمام اختیار کا مالک اللہ تبارک تعالیٰ ہی ہے۔ اس عقیدے کا اظہار خوشحال خان نے اس شعر میں یوں کیا ہے:

ترجمہ: اے دانا! اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دے رکھا ہے باوجودیکہ وہ ہر کام میں اپنی ہی کیا کرتا ہے

اس رباعی میں تکبر اور عاجزی کے فرق کو کس مؤثر اور مختصر انداز میں اجاگر کیا گیا ہے:

ترجمہ: عاجزی میں عظمت ہے، اگر تمہیں اس کا علم ہو۔ تکبر میں پستی ہے اگر تمہیں اس کا مشاہدہ ہو۔ اس جہاں میں ہر چیز سے بدتر خود پرستی ہے، اگر تمہیں اس کا فہم و ادراک ہو۔

باز میں اسلامی فقر کی جملہ خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ علامہ اقبال نے باز کی جو صفات اپنی نظموں میں بیان کی ہیں، ان کا ذکر خوشحال خان نے بھی اپنے اشعار میں کیا ہے، جہاں اس نے علامت، تشبیہ، استعارہ، اشارہ و کنایہ کا روپ دھار لیا ہے۔ خوشحال خان باز کے شکار کا دلدادہ تھا۔ سیر و سیاحت کا شوقین تھا۔ اس کی مشہور تصنیف باز نامہ میں باز کی اقسام، رنگ و نسل، امراض، علاج معالجے وغیرہ کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ وہ اپنے اس شوق کا اظہار اپنے ایک مشہور شعر میں یوں کرتا ہے۔

ترجمہ: مجھے شکار، کتاب اور حسینوں سے دلی لگاؤ ہے۔

دنیا میں میرے ان تین مشاغل میں کبھی بھی تبدیلی رونما نہیں ہوئی ہے۔

چونکہ اخلاقیات ہمارے اکثر و بیشتر کلاسیکی شعرا کا ایک مشترکہ موضوع رہا ہے؛ لہٰذا خوشحال خان نے اپنے کلام میں روایت اور قدامت کے زیر اثر ایک جامع اخلاقی نظام وضع کیا ہے۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اخلاقی ادب عرفانی ادب کا جزو لاینفک ہے۔ اس سلسلے میں ایک صوفی عالم کہتے ہیں: التصوف حسن الخلق (تصوف نیک اور اعلیٰ اخلاق کا نام ہے) لہٰذا ہمارے بیشتر کلاسیکی شعرا روایتی اور نظریاتی صوفی بھی ہیں لیکن خوشحال خان وہ واحد شاعر ہے جو عجمی تصوف کے برعکس اسلامی تصوف کا گہرا درک رکھتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے اشعار میں جا بجا اسلامی تصوف پر بھرپور انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ پشتو کے معروف مفکر اور دانشور نیز خوشحال خان کے شارح اور محقق و مؤلف دوست محمد خان کامل اس کی اسلامی تصوف سے واقفیت کے ضمن میں یوں رقمطراز ہیں:

اگرچہ خان علیین مکان صوفی اور صاحبِ حال شخص نہ تھا مگر وہ ایک عالم شخص تھا اور نہ صرف اس کے کلام سے صوفی ادب کے مطالعہ اور اس سے اچھی خاصی واقفیت کا پتہ چلتا ہے بلکہ جیسا کہ ہم اس کے حالات

میں پڑھ چکے ہیں اسے صوفیہ واولیا سے عقیدت کے علاوہ روہ (پشاور) کے ایک بہت بڑے ولی اللہ شیخ رحمکارؒ کے علاوہ اپنے زمانے کے یگانہ روزگار عالم و مصنف حضرت مولانا عبدالحکیم کا شرف صحبت اور حضرت شاہ اویس صدیقی ملتانیؒ سے تلمذ بھی حاصل تھا۔ چنانچہ کچھ تو تبحر علمی اور وسعت مطالعہ اور کچھ ان تعلقات کی وجہ سے ہمیں خان کے کلام میں صوفیانہ مذاق کی بہت سی بلند پایہ نظمیں اور اشعار کافی تعداد میں ملتے ہیں۔ (۴)

خوشحال خان نے اپنے کلام میں اسلامی تصوف کے دقیق سے دقیق مسائل بیان کیے ہیں۔ ان میں ایک صوفیہ واولیا کا مقام حیرت ہے جس کی تشریح وہ یوں کرتا ہے: (ترجمہ) جہاں ایک کٹورے کی مانند ہے اور میری مثال ایک چیونٹی کی سی ہے۔ میں حیرت میں ڈوبا ہوا اس سے نکلنے کی تگ ودو میں ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہوں۔

اور وہ انسان کی عظمت اور فضیلت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

ترجمہ: جہان معدودے چند نہیں
لیکن اے نادان تم اس کو دیکھنے کے متحمل نہیں
دیکھ! کتنی ایسی زمینیں ہیں
اور کتنے اس جیسے آسمان
یہ تمام تمہارے دل میں سموئے گئے ہیں
اے عرش سے عظیم تر اور بلند تر انسان!

اس کی نظموں کا ایک وافر حصہ حمد وثنا، مناجات، نعت رسول مقبول ﷺ اور حب اہل بیت پر مشتمل ہے۔ اسکے کلام میں نعتیہ قصائد، غزلیات، قطعات اور رباعیات بھی موجود ہیں۔ مشرقی شاعری میں حمد ودعا، مناجات، نعت اور منقبت کو بطور خاص اولیت اور اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو مسلمانان عالم کیلئے باعث صد فخر وافتخار ہے۔ پشتو شاعری خصوصاً خوشحال خان خٹک کے کلیات میں مذہبی شاعری کی ان اصناف کے نادر نمونے ملتے ہیں۔

خوشحال خان ایک مرد مومن تھا۔ فکر وعمل دونوں کے لحاظ سے سچا مسلمان تھا۔ وہ رسول پاک ﷺ کا سچا فدائی، اصحاب رسول کا مداح، اہل بیتؓ کا شیدائی اور خلفائے راشدین کا پیروکار اور بہادران اسلام کا والہ و شیدا تھا۔ لہذا اس کی حمدیہ اور نعتیہ نظمیں بھی اسلام سے والہانہ محبت کی امین ہیں۔ اس کی ایک مشہور اور طویل حمدیہ اور دعائیہ غزل نما نظم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو مؤثر انداز سے اجاگر کیا گیا ہے جس کا مطلع درج ذیل ہے: ترجمہ: اے میرے واحد لاشریک خدا! میں تم سے مدد کا خواستگار ہوں اگر تمہاری مدد میرے شامل حال رہی تو میرے جملہ کام برائی سے پاک وصاف ہوں گے۔ (۵)

اسی طرح سے ایک طویل نعتیہ قصیدے میں حضورؐ کی عظمت اور فضیلت کو انتہائی مؤثر انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ مطلع ہے: ترجمہ: مجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت حضورؐ کی معرفت کے طفیل حاصل ہوئی۔ محمد ﷺ بھی پاک ہیں اور محمد ﷺ کا خدا بھی۔ (۶)

اوران اشعار نے نعت اور منقبت کو کس خوب صورت انداز سے اپنے دامن میں سمویا ہے:

ترجمہ: اگر تمھیں اللہ تعالیٰ کی معرفت درکار ہو تو محمدؐ اور علیؓ کی پیروی کرو، آل علیؓ کی مدح میں جنت ہے، خوشحال کو اس بات پر اطمینان ہے۔

خوشحال خان مذہبی تعصب سے پاک ایک سچا مسلمان تھا۔ وہ خود بہادر و دلیر تھا اس لیے اسے بہادروں اور جنگجوؤں سے از حد محبت اور عقیدت تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ خانوادۂ نبوت کا ہر فرد بہادری، جانبازی اور جانثاری میں اپنی مثال آپ تھا۔ مزید برآں حضرت علیؓ بہادری اور جانبازی میں لاثانی تھے۔ خوشحال خان بھی صاحبِ سیف وقلم تھا۔ اسی لیے وہ صاحب ذوالفقار شیر خدا حضرت علیؓ سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ خوشحال کا عقیدہ ہے کہ اگر حضرت علی - کی محبت میں کوئی موت سے ہم آغوش ہوا تو وہ بخشا گیا ہے، یعنی وہ دوزخ کی آگ سے محفوظ رہا اور جنت اس کی میراث ہے۔

خوشحال خان کے حسب ذیل اشعار بھی حب اہل بیتؓ کے ضمن میں پیش کیے جاتے ہیں:

ترجمہ: جس کی بدولت پاک اور ناپاک دونوں بخشے جائیں گے
وہ سوائے صاحب لولاک کے اور کوئی نہیں
میں اس کے بلالؓ اور ہلالؓ کے صدقے جاؤں
میں صدق دل سے اپنے آپ کو ان کے پاؤں کی خاک سمجھتا ہوں
میں سلمانؓ اور بوذرؓ کے در کا بھکاری ہوں
اور میری زندگی ان کی محبت سے وابستہ ہے
ان (حضرت علیؓ) کی ذوالفقار تو دو زبانوں والا اژدہا تھا
جس کی خوراک دشمنان دین تھے
اگر ان کے لشکر کے سوار تعداد میں کثیر ہیں
تو میں بھی دلدل سوار کے دین کا فتراک ہوں
اس نے خیبر پر ایسا زوردار حملہ کیا
کہ اسے بنیادوں ہی سے اکھاڑ ڈالا

محمد ﷺ علم کے شہر تھے تو یہ (حضرت علیؓ) علم کا دروازہ
خوشحال خان ان کے قنبر (۷) پر فدا اور قربان ہو (۸)

خوشحال خان شیر خدا حضرت علیؓ کی شجاعت کا زبردست مداح تھا۔ وہ رستم جیسے شہ زور کو بھی انکے ذوالفقار کے مقابلے میں ہیچ خیال کرتا ہے: ترجمہ: جس کے ذوالفقار کو قصوں کہانیوں میں یاد کیا گیا اس کے مقابلے میں رستم کی بہادری کی باتیں بے فائدہ ثابت ہوئیں۔

ہر دور کی شاعری اس عہد کے فکری رجحان کی نمائندہ اور شعور عصر کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ لہٰذا جتنا شعور ابھرتا ہے اتنی ہی حقیقت کربلا بھی واضح ہوتی جاتی ہے' جیسے کہ جوش ملیح آبادی نے کہا تھا:

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو	ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؓ

اگر چہ مقالہ نگاروں نے اپنے مضامین اور مقالوں میں زیر بحث موضوع پر خوشحال کے تصور عشق کے ضمن میں ایک ضمنی اور ذیلی موضوع کے تحت کافی روشنی ڈالی ہے لیکن موضوع ہذا پر ایک مکمل اور جامع کتاب لکھنے کا شرف کسی کو بھی تا حال حاصل نہیں ہوا۔

الغرض دین اسلام کا یہ والہ وشیدا خوشحال خان خٹک ۱۱۰۰ھ بمطابق ۱۶۸۹ء میں ۷۸ سال کی عمر میں اس دار فانی سے رخصت ہوا اور اپنی جائے پیدائش یعنی اکوڑہ خٹک سے چند کلومیٹر دور جانب جنوب موضع ایسوڑی بالا میں سپرد خاک ہوا۔

علامہ اقبال نے خوشحال خان خٹک کی وصیت کو یوں اردو نظم کا جامہ پہنایا:

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم	کہ ہو نام افغانیوں کا بلند
محبت مجھے ان جوانوں سے ہے	ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند
مغل سے کسی طرح کمتر نہیں	کہستان کا یہ بچۂ ارجمند
کہوں تجھ سے اے ہمنشیں دل کی بات	وہ مدفن ہے خوشحال خان کو پسند
اڑا کر نہ لائے جہاں باد کوہ	مغل شہسواروں کی گرد سمند (۱۰)

........حواشی........

(۱) کلیات اقبال (فارسی) اقبال اکادمی' کراچی' ص ۳۰۱۔ (۲) فضل نامہ، مرتبہ محمد عبدالشکور، مقدمہ از میر عبدالرحمن غازی، ۱۹۵۱ء، ص ۲ (۳) تعلیمات خوشحال، از میر عبدالصمد خان، دارالادب، پشاور، ۱۹۸۳ء، ص ۸۷
(۴) خوشحال خان خٹک، از دوست محمد خان کامل، ۱۹۵۴ء، ص ۳۲۲ (۵) کلیات خوشحال، مرتبہ دوست محمد کامل مہمند، ۱۹۵۲ء، ص ۵۱۳ (۶) ایضاً ص ۵۱۴ (۷) حضرت علی۔ کے ایک غلام کا نام (۸) خوشحال خان، ص ۵۱۵
(۹) خوشحال خان خٹک، ص ۵۱۷ (۱۰) کلیات اقبال (اردو)، اقبال اکادمی، کراچی، ص ۲۱۰